از: مولانا محمد اسماعیل عودوی
مرسلہ: امین اللہ علوی

صارم المسلول علیٰ منکر حدیث الرسولؐ

(آخری قسط)

صدہا کتب میں سے ان تین کتب پر اکتفا کی گئی، بناء علیہ قول باری تعالیٰ فلیصمہ کے معنی مدلول صوم مہینہ کامل ہے (ضمیر غائب شہر کی طرف راجع ہے یعنی فلیصم الشھر) حق تعالیٰ نے فلیصم فیہ نہیں فرمایا تاکہ دو تین روزے ہی کافی ہوں۔ یہ راز ہے اس حقیقت کا کہ اسلامیہ فرقوں (سنی، رافضی خارجی، معتزلی، مرجی وغیرہم) سب کا پورے ماہ رمضان کے روزوں پر اتفاق ہے۔ افسوس ہے کہ تجدیدی صاحب اپنی علمی تہی مائگی یا مغالطہ وتلبیس کی وجہ سے دونوں جملوں میں فرق نہ کر سکا اس لئے خود بھی گمراہ ہوا اور عوام بیچاروں کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش کی یہی نتیجہ نکل آتا ہے۔ جب جہالت وجسارت دونوں مجتمع ہوں۔

فارسی وارد و مترجمین نے اس حقیقت کو بھانپ لیا فلیصمہ کا "اس مہینے کے روزے رکھے"، ترجمہ کیا لیکن اس مہینے میں روزہ رکھے ترجمہ نہیں کیا، مذکورہ ذیل آٹھ ترجمے ملاحظہ فرمائیں۔

۱ ـــ ترجمہ شاہ ولی اللہؒ پس البتہ روزہ دارد آں را

۲ ـــ ترجمہ شیخ سعدیؒ پس باید کہ روزہ دارد آں را

۳ــ ترجمہ تفسیر حسینیؒ پس باید کہ روزہ دارد آں شہر را

۴ــ ترجمہ شاہ عبدالقادرؒ تو وہ (مہینہ) روزہ رکھے

۵ــ ترجمہ مولانا محمود الحسنؒ تو ضرور روزہ رکھے اس کو

۶ــ ترجمہ شاہ رفیع الدینؒ پس چاہیئے کہ روزہ رکھے اس کو

۷ــ ترجمہ مولوی فتح محمد جالندھریؒ چاہیئے کہ پورے مہینہ کے روزے رکھے۔

۸ــ ترجمہ مولوی نذیر احمدؒ تو چاہیئے کہ اس مہینہ کے روزے رکھے۔

بعض اردو مترجمین نے بجائے فلیصمہ کے فلیصم فیہ کا ترجمہ کیا ہے یعنی "اس میں روزہ رکھنا چاہیئے" جس سے تجدیدی صاحب نے سہارا لیا ہے جو بمقتضائے قواعد نحویہ محض غلط ہے۔ اگر کوئی اہل علم مترجم کو اس کی زندگی میں متنبہ کرتا تو ضرور اصلاح کر لیتے لیکن افسوس ہے کہ ایسا نہیں ہو سکا۔

قولہ صـ۳۳ـ اگر کسی آیت میں کوئی لفظ جمع قلت کا جمع کثرت کے معنی میں استعمال ہوا ہے تو محاورہ زبان کے خلاف نہ ہو گا اس کے لئے قرینہ بھی چاہیئے الخ

ردّ شکر ہے کہ تجدیدی صاحب مان گئے کہ جمع قلت کا جمع کثرت کے معنی میں استعمال خلاف محاورہ نہیں لیکن اس کے لئے قرینہ چاہیئے۔ اب بحسب اقرار خود اس پر لازم ہے کہ تسلیم کرے کہ ایاما معدودات میں ایام سے تیس ہی مراد ہیں قرینہ آیت فلیصمہ ہے جس کا من حیث اللغۃ مدلول یہ ہے کہ "پس چاہیئے کہ روزے رکھے مہینہ" کما مرت الشواھد علیہ یہاں تک بفضلہ تعالیٰ تجدیدی صاحب کے توہمات باطلہ کی بخوبی تردید ہو چکی ہے لیکن بعض علماء وقت کے حق اعتراضات کے جوابات میں جو اس سے بے انصافیاں اور اغلاط صادر ہوئی ہیں ان کی پردہ داری بھی ضروری ہے۔

قولہ صـ۳۳ـ آیات جو اس دعویٰ کی تائید میں پیش کی جاتی ہیں حسب ذیل ہیں

۱ ان الابرار لفی نعیم ابرار افعال کے وزن پر ہے مگر اس آیت میں جمع کثرت کی معنی دیتا ہے اگر جمع قلت ہوتی تو تین سے نو تک تعداد ہوتی .... جواب اہل کتاب کے حق میں ہے فلا یؤمنون الا قلیلا یعنی ایک طرف تو کفار کی کثرت ہے اور دوسری طرف اہل ایمان اقلیت

میں ہیں۔ شیطان ذریت آدم کی نسبت کہتا ہے لاحتنکن ذریته الا قلیلا بے ایمانوں کی کثرت کے متعلق ارشاد ہے ولکن اکثر الناس لا یؤمنون .... پاک اور ناپاک لوگوں کی نسبت ارشاد ہے قل لا یستوی الخبیث والطیب ولو اعجبک کثرۃ الخبیث ....
...... آیت زیر بحث میں لفظ ابرار کو جمع قلت میں استعمال اسلئے کیا گیا ہے کہ اہل جنت بمقابلہ اہل دوزخ قلیل ہیں اگر جمع کثرت کا کوئی لفظ استعمال کیا جاتا تو یہ بات اور حسن کلام نہ پیدا نہ ہوتا کچھ قرآن کریم کی فصاحت اور بلاغت کا بھی خیال کرنا چاہیئے۔

ردّ شاباش اب مان گئے کہ ابرار جمع قلت دس سے اوپر مستعمل ہوا ہے لیکن نکتہ یہ ہے کہ اہل جنت بمقابلہ اہل دوزخ قلیل ہیں۔ بعینہٖ اس طرح لفظ ایام کو جمع قلت میں اس لئے استعمال کیا گیا ہے کہ رمضان کے تیس ۳۰ دن بمقابلہ سال کے گیارہ مہینوں یعنی تین سو تینتس ۳۳۳ کے قلیل ہیں۔ اگر جمع کثرت کا کوئی لفظ استعمال کیا جاتا۔ تو یہ بات اور حسن کلام پیدا نہ ہوتا کچھ قرآن کی فصاحت وبلاغت کا بھی خیال کرنا چاہیئے۔ طرفہ تماشا ہے کہ تجدیدی صاحب شوق تحریف قرآن میں ایسے مستغرق ہوئے کہ اسے شعور ہی نہ رہا کہ وہ اپنے آپ کو رد کر رہے ہیں۔ جو بات وہ خود کہہ رہے ہیں، وہی اس کے مذہب کی تردید کافی ہے اور سنیئے یہ نکتہ جو آپ نے اظہار فرمایا حقیقتاً خلاف واقعہ اور اس کے منجملہ خیالات پریشان میں سے ہے۔ جمع قلت کا اطلاق کثیر بمقابلہ قلیل میں بھی بکثرت ہوا ہے۔ چنانچہ اصحاب النار جو جمع قلت ہے بمقابلہ اہل جنت قرآن مجید میں متعدد جگہوں پر وارد ہوا ہے۔ اسی طرح اشرار کا کفار پر اطلاق ہوا ہے جو بمقابلہ اہل جنت کثیر ہیں باقرار مجیب۔

قولہ صـ۲۴ اس آیت (یعنی والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء) میں قروء جمع کثرت ہے مگر جمع قلت کا مفہوم پیدا کرتا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ آیت کیوں بطور دلیل پیش کی گئی ہے جبکہ ثلاثہ نے اس کو محدود کر دیا ہے۔

ردّ کیوں آپ کی سمجھ میں نہیں آیا معترض کی مطلوب یہ ہے کہ دونوں جمع ایک دوسرے کی جگہ پر مستعمل ہوتے رہتے ہیں کما مر عن العلامۃ الزمخشری چنانچہ مذکورہ آیت میں جمع کثرت یعنی قروء جمع قلت یعنی اقراء کی جگہ مستعمل ہوا ہے اگر یہ استعمال لغۃً ممنوع ہوتا تو لفظ

ثلثہ اور قروء میں تصادم ہو جاتا یعنی ثلاثہ کی مفہوم قطعاً تین ہے۔ اگر قروء کا مفہوم قطعاً دس کے اوپر ہوتی تو پھر ثلثۃ قروء کہنا صحیح نہ ہوتا بلکہ ثلاثۃ اقراء کہنا لازم ہو جاتا مگر لزوم اس کا نص قرآن مجید سے باطل ہے۔ پس مطلوب مذکور بلا ریب ثابت سمجھنا چاہیئے۔ آیت تربص اربعۃ اشھر کا اس سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ ادھر ادھر کی باتوں کی تخلیط سے جواب نہیں بن سکتا۔ کچھ خیالات پریشان لکھ کر اور پھر یہ جملہ کہہ کر کہ یہ قرآن کی بے مثال بلاغت ہے ایسا کرنا کہ گویا بنائیں نکات نادرہ ہیں۔ محض ابلہ فریبی ہے۔ قرآن مجید کی بے مثل فصاحت و بلاغت عربی زبان کا ماہر ادیب یا اہل زبان ہی سمجھ سکتا ہے۔ وہ صاحب جو صمت شہرا اور صمت فی شہر دونوں جملوں میں بھی تمیز نہ کرسکتا ہو وہ کیا بلاغت کلام الاہی ادراک کرسکے گا۔

قولہ صـ۳۵ انداد افعال کے وزن پر ہے لیکن اس آیت (فلا تجعلوا للہ انداداً و انتم تعلمون) میں جمع کثرت کے معنی دیتا ہے۔ مشرکین نے ہزاروں شریک بنا رکھے ہیں، تین سے نو تک نہیں اللہ تعالیٰ کے برابر معبود تمام مشرک اقوام ہر ایک زمانہ میں ہزاروں پوجتے آئے ہیں۔ انتہیٰ۔ جواب تمام مشرک اقوام ہمیں تثلیث کی قائل رہی ہیں نصاریٰ کے حق میں ارشاد ہے کہ لا تقولوا ثلثہ

رد معترض صاحب کا یہ مقولہ کہ مشرکین نے ہزاروں شریک بنا رکھے ہیں الخ ناقابل انکار حقیقت ہے، مشرکین کے ہزاروں انداد ہر ذی عقل آدمی مشاہدہ کرتا ہے قبر پرستوں کے قبور اور مورت پرستوں کی مورتیں، ستارہ پرستوں کے ستارے کیا کچھ کم ہیں کوئی ذی شعور اس سے انکار نہیں کرسکتا مگر چونکہ اس سے تجدیدی صاحب کے دعویٰ کی کافی تردید ہو جاتی ہے لہذا اس کو انکار ہے اور اس بدیہی البطلان اور خلاف واقعہ بات پر ضد ہے کہ تمام مشرکین اقوام تثلیث کی قائل رہی ہیں۔ دلیل یہ ہے کہ نصاریٰ کے حق میں ارشاد ہے کہ لا تقولوا ثلثہ الخ اگر نصاریٰ یا مصری و بابلی تین چار قومیں تثلیث کی قائل رہی ہیں تو اس سے قاعدہ کلیہ لازم نہیں کہ تمام مشرکین اقوام تثلیث کی قائل ہوں اس ضد اور اس دلیل کے متعلق بجز اس کے کیا کہوں کسے
بریں فہم و دانش بباید گریست

قولہ صـ۳۶ اگر بعض الفاظ جو افعال کے وزن پر ہیں جمع کثرت کے معنی دیتے ہیں تو اس سے یہ قاعدہ کلیہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ ہر ایک ایسا لفظ قرآن میں جمع کثرت کے معنی دیتا ہے۔

ردّ بیشک یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے لیکن آپ نے ہی امثال جزئیہ پر ہر بار قاعدہ کلیہ اخذ کرلیا ہے چنانچہ قول سابق میں نصاریٰ و بابلی قوموں سے یہ قاعدہ کلیہ اخذ کیا کہ تمام مشرک اقوام تثلیث کی قائل رہی ہیں اور سابقہ چ کے ایاماً معدودات سے یہ قاعدہ کلیہ اخذ کیا۔ ہر جگہ ایاماً معدودات سے تین دن ہی مراد ہیں، لیکن معترض کا یہ مقصود نہیں ہے کہ ہر ایک ایسا لفظ قرآن مجید میں جمع کثرت کی معنی دیتا ہے بلکہ اس کا مقصد تجدیدی صاحب کے اس دعویٰ کا ابطال ہے کہ جمع قلت کثرت کے معنی نہیں دیتا (تاکہ ایام سے تیس روزے نہ لئے جائیں)۔ سو یہ دعویٰ انداً اسے بخوبی باطل ہوگا۔

قولہ ص۳۶۔ ثابت یہ کرنا چاہیئے کہ آیات صیام میں ایام کثرت کے معنی دیتا ہے اس کے بعد میں بھی تسلیم کرلوں گا کہ یہ بات قرآن کے محاورہ کے خلاف نہیں ہے۔

ردّ بحمداللہ تعالیٰ ہم ثابت کرچکے ہیں کہ آیات صیام میں ایام کثرت کے معنی دیتا ہے برایں بنا کہ عربی گرامر دانوں نے اتفاقاً بلا اختلاف لکھا ہے کہ اسم زمان یا اس کی ضمیر کسی فعل کے بعد بلا ذکر کلمہ فی بالاستیعاب یعنی پورے زمان کی معنی دیتا ہے اور کلمہ فی کے وجود کی صورت میں بعض زمان کا نی ہے۔ کما مر۔ اب تجدیدی صاحب پر لازم ہے کہ اپنے وعدہ پر قائم رہ کر تسلیم کرلے کہ یہ بات قرآن مجید کے محاورہ کے خلاف نہیں

قولہ ص۳۷ حسب ذیل آیات میں ایام استعمال ہوا ہے جن کو دعویٰ کی تائید میں پیش کیا جاتا ہے تلک الایام نداولھا بین الناس اس آیت سے ایک بات یہ پیدا کی گئی ہے کہ فتح و شکست کے دن بہت طویل ہوتے ہیں یہ مجھے آج ہی معلوم ہوا کہ بہت طویل ہوتے ہیں۔ تعجب ہے کہ بدر کے بعد کفار اور احد کے بعد مسلمان ختم کیوں نہیں ہوئے الخ

ردّ معترض صاحب کا مقصود یہ ہے کہ آیت مذکورہ میں ایام تین سے نو تک قطعاً نہیں بنا بریں کہ قرون ماضیہ میں صدہا اقوام گذری ہیں اس لئے فتح و شکست فیما بینھم کے ایام بھی صدہا گزرے ہیں۔ اسی طرح آیت فھل ینظرون الا مثل ایام الذین خلوا من قبلھم میں گذشتہ اقوام ہزاروں کی تعداد میں گذری ہیں اس لئے ایام عذاب بھی اس تعداد میں مراد ہیں۔ معترض کی یہ بات ناقابل تردید حق ہے اور تجدیدی صاحب کے دعویٰ باطل

کے تردید میں کافی و وافی ہے ۔ گذشتہ اقوام کی پاداشس اعمال کے دوران بین ایام مراد نہیں بلکہ آیات مذکورہ میں ان جملہ ایام کی طرف اشارہ مقصود ہے جو ہر ایک قوم کے پاداش میں واقع ہوئے ۔ بناء علیہ تجدیدی صاحب نے اپنے اسی مقولہ میں فتح و شکست لڑائی کے انجام پہ مالی معلوم ہوتی ہے اور یہ کسی صورت میں طویل عرصہ نہیں ہوتا بات یہ پیدا کی گئی ہے کہ عذاب کے ایام بہت طویل ہوتے ہیں ۔ دوران جزا کے ایام اپنی طرف سے پیدا کر کے اس نے یہ مغالطہ دیا ہے کہ معترض کا یہ مقصود نہیں ہے بعدہٗ اس کا یہ کہنا اس کی تائید میں کوئی تاریخی واقعہ پیش نہیں کیا گیا۔ ہے ، بے سود ہے ۔ قصص اللہ کافی وشافی ہیں قال تعالیٰ وعادا وثمود و اصحٰب الرس وقرونا بین ذلک کثیرا o کلا ضربنا له الامثال وکلا تبرنا تتبیرا (القرآن) ۔

قولہ ص ۳۹ جب قرآن نے ثلاثہ ایام ، ایام معدودات بتادیئے تو اب کسی کا کیا حق ہے کہ قرآنی نص کے خلاف اپنے عقیدہ کی تائید کرے ۔

رد ایاما معدودات کو ثلاثہ ایام بتانا تجدیدی صاحب ہی کا تو ہم باطل ہے اس کو قرآن مجید کے طرف منسوب کرنا افتراء علی اللہ ہے ۔ قرآن مجید میں اس کے طرف اشارہ تک نہیں ہے ، بلکہ قرآنی نص نے ایاما معدودات کو شہر رمضان بتا دیا ہے ۔ چنانچہ سابقاً گذرا کہ فلیصمہ کی ضمیر باعتراف مجادل شہر کے طرف راجع ہے ۔ اس لئے فی الحقیقۃ تجدیدی صاحب نے ہی قرآنی نص کے خلاف اپنا عقیدہ بنا لیا ہے جس کا اسے کوئی حق نہیں ہے ۔

قولہ ص ۳۹ چونکہ قرآن کی کسی آیت میں ایام جمع کثرت معنی میں استعمال نہیں ہوا۔ اس لئے آیات صیام میں بھی نہیں ہوا ۔

رد قریباً تجدیدی صاحب کے جوابات کے رد میں ہم بحمدہ تعالیٰ ثابت کر آئے کہ ایام جمع کثرت کے معنی میں قرآن مجید میں بکثرت استعمال ہوا ہے ۔ مثلاً قولہ تعالیٰ تلک الایام نداولها بین الناس و قولہ تعالیٰ وذکرهم بایام اللہ و قولہ لایرجون ایام اللہ اور سنیئے قولہ تعالیٰ کلوا واشربوا هنیئا بما اسلفتم فی الایام الخالیه (الحاقہ) یہ آیت اہل جنت کے خطاب میں وارد ہوئی ہے ایام خالیہ سے اُن کے اعمال نیک کے ایام ماضیہ دنیا دیہ مراد ہیں کیا وہ ایام فقط نو ہی تک تھے ؟

قولہ ص۳۹ فلیصمہ سے یہ بات پیدا کی گئی ہے کہ ہ کی ضمیر شہر کی طرف راجع ہے اس لئے صیام ماہ رمضان ہے یہ ایک مغالطہ ہے ان حضرات نے ایام جو بار بار ان آیات میں استعمال ہوا ہے نظر انداز کر دیا۔ بیشک شہر کی طرف راجع ہے لیکن ایام شہر ہی مراد ہیں۔

رد فلیصمہ سے یہ بات کہ صیام ماہ رمضان مراد ہے خوانخواہ پیدا نہیں کی گئی ہے بلکہ بحسب اللغتہ اس کا مفہوم یہی ہے لیکن چونکہ اس سے تجدیدی صاحب کے وہم کی ابطال ہو جاتی ہے اس لئے صاحب نے بلا دلیل "یہ ایک مغالطہ ہے" کہہ کر جان چھڑانے کی کوشش کی ہے۔ کسی ثابت شدہ محقق بات کو بلا دلیل مغالطہ کہنے سے وہ بات رد نہیں ہو سکتی بلکہ اسے مغالطہ کہنا غلط ہے۔ اگر یہ مغالطہ ہے تو اس پر دلیل کیوں لائی گئی۔ کیا کوئی دعویٰ بلا دلیل مقبول ہو سکتی ہے۔ تجدیدی صاحب پر انصافاً لازم تھا کہ مغالطہ پر دلیل لاتے اور کسی عربی گرامر سے نقل کر کے ثابت کرتے کہ "صمت شہرا" اور صمت فی شہر یا مثلاً شربت الدواء شہرا و شربتہ فی شہر کا مفہوم من حیث اللغتہ ایک ہی ہے تاکہ اس کا دعویٰ معتبر ہو سکے حالانکہ ائمہ نحو میں کسی ایک نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا بلکہ کلہم اجمعون نے وہی فرق بتا دیا ہے جس کا تذکرہ ہم کر آئے ہیں۔

سابقاً نقل کلام علماء نحو سے اہل عدل و انصاف پر بخوبی روشن ہو گیا کہ فی الحقیقتہ تجدیدی صاحب مغالطہ کہہ کر تحریف کلام الہٰی (عمداً یا خطاً" واللہ تعالیٰ اعلم) کر رہے ہیں۔ اور ایام جو بار بار استعمال ہوا ہے نظر انداز نہیں کیا گیا بلکہ اس سے وہ معنیٰ و مفہوم لی گئی ہے جو عربی زبان و محاورہ میں لی جا سکتی ہے چنانچہ سابقاً مذکور ہوا، فی الحقیقتہ تجدیدی صاحب ہی نے صیام جو جمع کثرت ہے اور بار بار استعمال ہوا ہے، بحسب اقرار خود نظر انداز کر دیا ہے۔ جیسے کہ مشہور ہے کہ "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے"۔

بعون اللہ تعالیٰ وحسن توفیقہ آیات صیام میں تجدیدی صاحب کی تحریف اور اس کے دجل وابلہ فریبیوں کا بخوبی پردہ چاک کیا گیا ہے اور بقیہ اس کے سخن گسترانہ باتوں کے متعلق قلم فرسائی کی چنداں ضرورت نہ سمجھ کر سلسلہ کلام ختم کرتا ہوں۔

"اگر در خانہ کس ست یک حرف بس ست"

(ختم شد)